

مسئلہ اہل سنت و جماعت

انفرادیت میں وہ قوت نہیں ہے جو اجتماعیت میں ہے، مشہور واقعہ ہے کہ ایک شخص کا دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے چار بیٹوں کو جمع کر کے ایک سبق دیا اور وہ یوں کہ انہیں کہا کہ جنگل سے ایک ایک موٹی شاخ کاٹ کر لاؤ، وہ لے آئے تو انہیں کہا کہ انہیں توڑو، کزیل جوان بیٹوں نے ایک لمحے میں وہ شاخ ٹکڑے ٹکڑے کر دی، برب گور باپ نے پھر حکم دیا کہ ایسی ہی ایک ایک شاخ لے کر آؤ، وہ لے آئے تو انہیں کہا کہ انہیں ایک رستی کے ساتھ باندھ دو، پھر کہا کہ انہیں توڑو، ہرڑ کے نے اپنی اپنی کوشش کر لی مگر اس گٹھے کو نہ توڑ سکا، بوڑھے باپ نے کہا کہ سب مل کر انہیں توڑو، وہ مل کر بھی نہیں توڑ سکے۔

دانش ور باپ نے کہا کہ تم میں سے ہر ایک نے ایک ایک شاخ بڑی آسانی کے ساتھ توڑ دی تھی، پھر کیا وجہ ہے کہ اب تم چاروں مل کر بھی انہیں توڑ نہیں سکے؟ ایک بیٹے نے عرض کیا کہ پہلے یہ شاخیں الگ الگ تھیں، ہم نے انہیں آسانی سے توڑ دیا تھا، اب یہ اکٹھی بندھی ہوئی ہیں، اس لئے ہم نہیں توڑ سکے، باپ نے کہا کہ شاخیں تو وہی ہیں، یکجا بندھے ہوئے ہونے سے کیا فرق پڑا ہے؟ وہ انہیں بڑی حکمت عملی سے اس نکتے کی طرف لا رہا تھا، جوان کے ذہن نشین کرانا چاہتا تھا، سعادت مند بیٹوں نے کہا جناب! اجتماعیت خود ایک قوت ہے، وہ قوت انفرادیت میں نہیں ہے، مشفق باپ کی آنکھیں فرط مسرت سے چمک اٹھیں، اس نے کہا: ”میرے عزیز از جان فرزندو! میں کوئی دم کا مہمان ہوں، میں اجتماعیت کی اسی قوت کی طرف تمہاری توجہ مبذول کرانا چاہتا تھا:

تم اگر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد اور مجتمع رہو گے تو تمہارا دشمن

چاہے کتنا ہی طاقت ور ہو تمہارا بال بیکا نہیں کر سکے گا، اور اگر تم الگ الگ ہو گے تو تمہاری حیثیت چند تنکوں سے زیادہ نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسی اتفاق و اتحاد کا حکم دیا تھا:
”تم سب مل کر اللہ کی رشتی کو مضبوطی سے تھام لو اور یکبھر نہ جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی تو تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔“
(سورہ آل عمران ۱۰۳/۳)

دنیا جانتی ہے کہ مسلمان جب تک اس خدائی ہدایت پر کاربند رہے، جدھر بھی رخ کیا، فتح و نصرت نے ان کا استقبال کیا۔

علامہ اقبال نے کس حکیمانہ انداز میں کہا تھا:
فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں
اور سوز و گداز سے معمور آرزو کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تاجخاک کا شجر

لیکن قرآن وحدیث میں واضح طور پر متعدد فرقوں کے پیدا ہونے کی خبر دے دی گئی تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

”آپ فرما دیجئے کہ وہ قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا مختلف گروہ کر کے تمہیں ٹکرا دے اور ایک کو دوسرے کی سختی چکھائے۔“ (سورہ انعام ۶۵/۶)

بخاری شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جس کا معنی یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ

قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے) تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا: ”میں تیری ذات اقدس کی پناہ مانگتا ہوں“ اور جب یہ ارشاد سنا (یا عذاب بھیجے تمہارے پاؤں کے نیچے سے) تو آپ نے پھر کہا: ”میں تیری ذات اقدس کی پناہ مانگتا ہوں“ اور جب یہ ارشاد سنا (یا مختلف گروہ کر کے تمہیں ٹکرا دے اور ایک کو دوسرے کی سختی چکھائے) تو آپ نے کہا: ”یہ ہلکا عذاب ہے“ یا فرمایا: ”یہ آسان ہے۔“ (۱)

پہلی قوموں میں سے:

- — حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کے مخاطب منکرین اور اصحاب فیل پر اوپر سے عذاب آیا،
- — فرعون اور اس کے ساتھی پانی میں غرق کر دئے گئے،
- — قارون کو اس کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا یہ پاؤں کے نیچے سے عذاب تھا،

ان دونوں کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا مانگی: ”میں تیری ذات کریم کی پناہ مانگتا ہوں“، لیکن عذاب کی تیسری قسم کے بارے میں دعا نہیں مانگی جس سے معلوم ہوا کہ یہ سانحہ ہو کر رہے گا۔

مسلم کی حدیث شریف میں ہے کہ ایک روز سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد بنی معاویہ میں دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اس کے بعد طویل دعا کی، پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”میں نے اپنے رب سے تین سوال کئے، ان میں سے صرف دو قبول فرمائے گئے،

① ایک سوال تو یہ تھا کہ میری امت کو قحط عام سے ہلاک نہ فرمائے، یہ قبول ہوا،

② ایک یہ تھا کہ انہیں غرق سے عذاب نہ فرمائے، یہ بھی قبول ہوا،

③ تیسرا سوال یہ تھا کہ ان میں باہم جنگ و جدال نہ ہو یہ قبول نہیں ہوا۔ (۱)
 حدیث شریف میں وارد ہے کہ بنی اسرائیل بہتر^۲ فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور
 ہماری امت تہتر^۳ فرقوں میں تقسیم ہوگی، سب آگ میں جائیں گے، صرف ایک گروہ اس
 سے محفوظ رہے گا، صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ ”یا رسول اللہ! وہ نجات پانے والا گروہ کونسا
 ہے؟“ فرمایا:

مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي -

”جو ہمارے اور ہمارے صحابہ کے طریقے پر ہوں گے۔“

یہ امام ترمذی کی روایت ہے، امام احمد اور ابوداؤد کی روایت میں ہے:

وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ

”ایک گروہ جنت میں جائے گا اور یہ جماعت ہے۔“

اسی حدیث کے پیش نظر نجات پانے والے گروہ کا نام ”اہل سنت و جماعت“ رکھا
 گیا ہے، اہل سنت کا مطلب ہے: ”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے
 والے“ اور ”جماعت“ کا مطلب ہے ”صحابہ کرام کی جماعت کے طریقے پر چلنے والے۔“
 اسی مذکورہ حدیث میں ہے:

”ہماری امت میں ایسے لوگ نکلیں گے جن میں افکار فاسدہ اس طرح
 سرایت کر جائیں گے جیسے باولا کتا کتا ہے، تو اس کے اثرات اس شخص
 میں سرایت کر جاتے ہیں جسے کانا گیا ہے، اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ باقی
 نہیں رہتا جہاں اس کا اثر نہ پہنچے۔ (مشکوٰۃ شریف عربی ص ۳۰)

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ ہماری امت کو گمراہی پر
 جمع نہیں فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ کا دست رحمت جماعت پر ہے، اور جو شخص جماعت سے

(۱) خزائن العرفان، مطبوعہ قرآن کمپنی، بریلی شریف ص ۱۹

(۲) مشکوٰۃ شریف عربی ص ۳۰

الگ ہوا وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔

(حوالہ مذکورہ)

ابن ماجہ شریف کی روایت میں ہے کہ: ”سوادِ اعظم (بڑی جماعت، مسلمانوں کی اکثریت) کی پیروی کرو، کیونکہ جو شخص جدا ہوا وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔“ (حوالہ مذکورہ) بہتر اور بہتر فرقوں والی اور باؤلے کتے کے کانٹے والی حدیث علامہ ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۷۰ کی تفسیر میں بیان کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (سُوْمٌ تَبَيُّضٌ وَجُوْهُ وَتَسْوَدُ وَجُوْهُ) ”جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ قیامت کے دن کی بات ہے جب اہل سنت و جماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت و فزقت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (۱)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں ہی مختلف گمراہ فرقے پیدا ہو گئے تھے مثلاً:

● — خوارج نے حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کو کافر قرار دیا

● — روافض تمام صحابہ کرام حضرات اہل بیت کے علاوہ کے مخالف تھے،

● — معتزلہ ظاہر قرآن و حدیث کے بغیر کسی مجبوری کے تاویل کر دیتے تھے، اسی طرح کئی دوسرے فرقے بھی معرض وجود میں آ گئے۔

امام ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ اکابر تابعین میں سے ہیں، انہوں نے فرمایا:

”پہلے زمانے (صحابہ کرام کے پہلے دور) میں حدیث کی سند کے

بارے میں نہیں پوچھا جاتا تھا، جب فتنہ واقع ہوا (اور نئے نئے فرقے پیدا

ہوئے) تو حدیث کی سند کے بارے میں پوچھتے تھے تاکہ اہل سنت کی

حدیث لے لیں اور اہل بدعت کی حدیث چھوڑ دیں۔“ (۲)

(۱) تفسیر ابن کثیر عربی، طبع بیروت ۸۲/۲

(۲) ترمذی شریف، کتاب العلل، طبع بیروت ۵۷۵/۲

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

تہتر فرقوں کی اصل دس قسمیں ہیں:

① اہل سنت ② خوارج ③ شیعہ ④ معتزلہ ⑤ مرجیہ ⑥ مشبہ

⑦ جہمیہ ⑧ ضراریہ ⑨ نجاریہ ⑩ کلابیہ۔

اہل سنت ایک جماعت ہے۔۔۔ خوارج پندرہ فرقوں پر مشتمل ہیں
— معتزلہ کے چھ فرقے ہیں۔۔۔ مرجیہ بارہ فرقوں میں بٹے ہوئے
ہیں۔۔۔ شیعہ کے تیس گروہ ہیں۔۔۔ جہمیہ، نجاریہ، ضراریہ، کلابیہ
ایک ایک گروہ ہیں۔۔۔ مشبہ کے تین فرقے ہیں۔ پس یہ کل تہتر
فرقے ہیں، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی۔‘ (۱)
امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
علم کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایک وہ علم ہے جس کا مقصد عمل ہے یہ علم فقہ میں بیان کیا گیا ہے۔

(۲) دوسرا وہ علم ہے جس کا مقصد صرف اعتقاد اور یقین قلبی ہے، یہ علم
عقائد میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ عقائد اہل سنت و جماعت کی صحیح آراء کے مطابق بیان کئے گئے ہیں، یہ
وہ نجات پانے والا فرقہ ہے کہ جن کی پیروی کے بغیر نجات متصور نہیں ہے
اور اگر بال برابر بھی مخالفت ہو تو خطرہ ہی خطرہ ہے، یہ بات صحیح کشف
اور صریح الہام سے یقین کی حد کو پہنچی ہوئی ہے، اس کے غلط ہونے کا سوال
ہی نہیں ہے۔ (۲)

(۱) خطبہ الطالین۔ فریڈ بک شال، ص ۲۸۰

(۲) مکتوبات امام ربانی، فارسی، دفتر اول حصہ دوم ص ۳۸

اب قابل غور بات یہ ہے کہ موجودہ دور میں اہل سنت و جماعت کہلانے والے بھی تو کئی گروہ ہیں، ایسے ماحول میں خوب اچھی طرح تحقیق کر کے معلوم کرنا چاہیے کہ واقعی اہل سنت و جماعت کون ہیں؟ ● — کیا اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ اور ہر عیب کا امکان ثابت کرنے والے اہل سنت ہیں؟ ● — یا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے اہل سنت ہیں؟

اسے فرقہ واریت کا نام نہیں دیا جاسکتا، یہ صحیح جماعت کی تلاش اور جستجو ہے، فرقہ واریت ایک دوسرے کے خلاف مسلح کارروائیوں کا نام ہے جس میں بیک وقت چالیس پچاس افراد تک ہلاک کر دئے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ کہیں ختم ہونے میں نہیں آتا۔
الحمد للہ! اہل سنت و جماعت پر امن لوگ ہیں انہوں نے جماعتی طور پر کبھی ایسی کارروائیوں کی حوصلہ افزائی نہیں کی — والحمد للہ رب العالمین۔

اہل سنت و جماعت کے چند اعتقاد و مسائل

س : کیا حضور نبی اکرم ﷺ نور ہیں؟

ج : ہاں! حضور نبی اکرم ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی، اور ان کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَارْسَلْنَا إِلَيْهِمُ نُورًا وَخَلَقْنَا فَرَسًا مَثَلًا لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (۱۳۴)

”ہم نے مریم کی طرف اپنی طرف کی روح کو بھیجا، تو وہ ان کے سامنے تندرست انسان کی شکل میں آ گئے۔“

حضرت جبرائیل علیہ السلام نور کی مخلوق ہونے کے باوجود انسانی شکل میں جلوہ گر ہوئے، جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی بشریت کا مطلقاً انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص آپ کی نورانیت کا انکار کرے وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔

س : اس پر کیا دلیل ہے؟

ج : اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

قَدْ جَاءَ نَكَدٌ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (۱۳۵) تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین آئی۔

نور سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں، جیسے کہ تفسیر ابن عباس، تفسیر بیہ، تفسیر جلالین، تفسیر خازن اور روح المعانی میں ہے۔ (۱۳۶)

اقوال مفسرین

1 : ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آیت کریمہ ”قَدْ جَاءَ نَكَدٌ مِنَ اللَّهِ نُورٌ“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں نور سے مراد رسول ہیں یعنی محمد ﷺ۔

۲ : تنویر المعباس من تفسیر ابن عباس صحیح: ص ۲۰۰

2 : امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: اس میں کئی اقوال ہیں، پہلا یہ کہ نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ (تفسیر کبیر: ۱۸۹/۱۱)

3: امام محمد بن جریری فرماتے ہیں: نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں

﴿تفسیر جامع البیان: ۶/ ۹۲﴾

4: امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ) میں نور سے مراد نبی اکرم ﷺ کا نور ہے۔ ﴿تفسیر جلالین: ص ۹۷﴾

5 : امام علی بن محمد خازن اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نور اس لئے رکھا کہ آپ سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسے نور کے ذریعے اندھیروں میں ہدایت پائی جاتی ہے۔

﴿لباب التأویل فی معانی التنزیل ۲/ ۲۸﴾

6 : امام عبد اللہ ابن احمد نسفی فرماتے ہیں: یا نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، کیونکہ آپ سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسے آپ کا نام سراج رکھا۔

﴿مدارک التنزیل: ۸/ ۸۷﴾

7 : علامہ الوسی فرماتے ہیں (قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ) تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم نور آیا وہ نوروں کا نور اور نبی مختار ہیں ﴿روح المعانی: ۶/ ۸۷﴾

احادیث مبارکہ

1: سیدی علامہ عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہر چیز نبی اکرم ﷺ کے نور سے پیدا کی گئی جس طرح کہ اس بارے میں صحیح حدیث وارد ہے۔

﴿الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة ۶/ ۳۷۵﴾

حدیث مذکور کو امام بخاری اور مسلم کے استاذ الاساتذہ امام عبد الرزاق نے

مصنف میں روایت کیا ہے اور ائمہ حدیث نے اسے نقل کیا۔

2 : امام بیہقی نے اس حدیث کو دلائل النبوة میں روایت کیا علامہ زرقانی فرماتے ہیں: اس حدیث کو امام بیہقی نے کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے۔

﴿شرح زرقانی علی المواہب: ۱/ ۴۶﴾

3: علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری آئیہ کریمہ (وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: جس طرح نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ ﴿غرائب القرآن: ۸/ ۶۶﴾

4 : علامہ ابوالحسن بن عبد اللہ البکری فرماتے ہیں: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موجود تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ موجود نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے پانی عرش و کرسی، لوح و قلم، جنت و نار حجاب اور بادل، اور حضرت آدم و حواء (علیہما السلام) کے پیدا کرنے سے چار ہزار سال پہلے اپنے حبیب ﷺ کا نور پیدا فرمایا۔

﴿الانوار فی مولد النبی محمد: ص ۵﴾

5: امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہم اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کئے گئے اور مومن ہمارے نور سے پیدا کئے گئے پس ضروری بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ اور تمام حقائق کے درمیان واسطہ ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص آپ کے واسطے کے بغیر مطلوب تک پہنچے۔

﴿مکتوبات امام ربانی، دفتر ثالث حصہ ۹ / ص ۱۵۳﴾

6 : امام عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

س : ایک حدیث میں آیا ہے: کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا، ان کے درمیان کس طرح تطبیق دی جائے گی۔؟

ج : ان دونوں حدیثوں کا مطلب ایک ہی ہے، کیونکہ حقیقت مصطفیٰ ﷺ کو کبھی عقل اول سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی نور سے۔ ﴿الیواقیت والجواهر ۲۰/۲﴾

باختیار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

س : کیا حضور نبی اکرم ﷺ صاحب اختیار ہیں؟

ج : ہاں! اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو بلند و بالا مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے آپ کو بہت سی خصوصیات عطا فرمائی ہیں اور کئی امور میں آپ کو اختیار عطا فرمایا ہے۔

س : اس کی دلیل کیا ہے؟

ج : اس کی دلیل درج ذیل آیات کریمہ ہیں:

- 1 : اے حبیب فرما دیجئے! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی۔ ﴿آل عمران ۳۲/۳﴾
- 2 : جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو ﴿النساء ۵۸/۴﴾
- 3 : عنقریب اللہ ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائے اور اس کا رسول ﴿التوبة ۵۹/۹﴾
- 4 : اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ ﴿التوبة ۷۴/۹﴾
- 5 : اور کسی ایمان دار مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لئے اپنے اس کام میں کچھ اختیار ہو ﴿الاحزاب ۳۶/۳۳﴾
- 6 : اور ﴿نبی امی﴾ ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں۔ ﴿الاعراف ۱۵۷/۷﴾
- 7 : حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا: لاہب لك غلاما زکیا تاکہ میں آپ کو پاکیزہ بچہ دوں۔ ﴿مریم ۱۶/۱۹﴾

احادیث مبارکہ

- 1 : ہمیں جوامع الکلم (وہ احادیث جن کے الفاظ مختصر مگر ان میں معانی کا ایک جہان پوشیدہ ہے) کے ساتھ بھیجا گیا، ہمیں رعب کے ساتھ امداد دی گئی، ہم کو استراحت تھے

کہ زمین کے خزانوں کی چابیاں لا کر ہمارے ہاتھ میں دے دی گئیں۔

﴿صحیح مسلم: ۱۹۹/۱﴾

2: ہمیں زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿مشکوٰۃ شریف: ص ۵۴۔ صحیح بخاری شریف: ۱۷۹۱۔ نیز: ص ۴۱۸﴾

3: ہم نے دعا کی اے اللہ! میری امت کو بخش دے، اے اللہ! میری امت کو بخش دے اور تیسری دعا ہم نے اس دن کیلئے مؤخر کر دی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سمیت تمام مخلوق ہماری طرف رغبت (رجوع) کرے گی۔ ﴿صحیح مسلم: ۲۷۳/۱﴾

4: حضور نبی اکرم ﷺ نے (روزہ توڑنے والے صحابی کو) فرمایا: جاؤ یہ (کھجوریں) اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔ ﴿صحیح مسلم: ۲۷۳/۱﴾

5: جب ہم تمہیں کسی چیز کا حکم دیں تو تم اسے اپنی استطاعت کے مطابق ادا کرو اور جب تمہیں کسی چیز سے منع کریں تو اسے چھوڑ دو (مطلب یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ آمر بھی ہیں اور نا ہی بھی)۔ ﴿صحیح مسلم: ۴۳۲/۱﴾

6: حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: کہ جب یہ آیہ کریمہ یٰٰبَا عَنكَ عَلَىٰ اَنْ لَا يَشْرَكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا نَّازِل ہوئی تو ممنوع کاموں میں نوحہ بھی تھا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آل فلاں کو مستثنیٰ فرمادیں، کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں میری امداد کی تھی، اس لئے ضروری ہے کہ میں ان کی امداد کروں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آل فلاں مستثنیٰ ہے (یہ بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے اختیار کی دلیل ہے)۔ ﴿صحیح مسلم: ۳۰۴/۱﴾

7: حدیث قدسی میں ہے کہ ہم آپ کی امت کے بارے میں آپ کو راضی کر دیں گے اور آپ کو تکلیف نہیں دیں گے۔ ﴿صحیح مسلم: ۱۱۳/۱﴾

8: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں عرض کیا: اللہ کی قسم! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی چاہت پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔ ﴿صحیح مسلم: ۱۰ / ۴۷۳﴾

ائمہ دین کے ارشادات

1: امام مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یا تمام جہان کے خزانے مراد ہیں، تاکہ لوگوں کے استحقاق کے مطابق انہیں نکال کر دیں، پس جو کچھ بھی اس جہان میں ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے وہی سرکار عنایت فرماتے ہیں، جن کے ہاتھ میں چابی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے علم غیب کلی کی چابیاں اپنے ساتھ مختص کی ہیں اور انہیں وہی جانتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عطیات کے خزانوں کی چابیاں اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائی ہیں، ان خزانوں میں سے جو چیز نکلے گی وہ آپ ہی کے ہاتھوں نکلے گی۔

﴿فیض القدیر شرح جامع صغیر: ۱ / ۵۶۴﴾

2: امام نووی قاضی عیاض رحمہما اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: کہ بعض علماء نے کہا کہ سید وہ ہے جو اپنی قوم سے فائق ہو اور مصیبتوں میں جس کی پناہ لی جائے، نبی اکرم ﷺ دنیا اور آخرت میں سب لوگوں کے سردار ہیں، قیامت کا دن اس لئے خاص کیا گیا کہ آپ کی سیادت (سرداری) اس دن عروج پر ہوگی اور سب لوگ اسے تسلیم کریں گے۔ ﴿شرح مسلم: ۱ / ۱۱﴾

3: علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پس نبی اکرم ﷺ راز کا خزانہ اور امر کے نافذ ہونے کی جگہ ہیں، لہذا جو امر نافذ ہوگا وہ آپ ہی سے نافذ ہوگا اور جو خیر نقل کی جائے گی آپ ہی سے نقل کی جائے گی۔ ﴿مواہب اللدنیہ: ۱ / ۵۶﴾

4: حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نسل! یعنی مجھ سے کوئی حاجت طلب کرو، اس کی شرح میں حضرت علامہ ملا علی قاری اور علامہ ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں: کہ ہم تمہاری خدمت کے مقابلے میں

تمہیں عنایت کریں، کیونکہ اصحاب کرام کی یہی شان ہے، نبی اکرم ﷺ سے زیادہ کریم تو کوئی ہے ہی نہیں، آپ نے سوال کے ساتھ کوئی قید نہیں لگائی (کہ فلاں چیز مانگو) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے خزانوں میں سے جو آپ چاہیں دینے کا اختیار دیا ہے، اسی لئے ہمارے ائمہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی ایک خصوصیت یہ شمار کی ہے کہ آپ جس شخص کو جس چیز کے ساتھ چاہیں مخصوص فرمادیں جیسے آپ نے حضرت خزیمہ ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا، اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا، اسی طرح آپ نے حضرت ام عطیہ کو خاص طور پر آل فلاں میں نوحہ کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

﴿مرقاۃ المصابیح: ۲ / ۳۲۳﴾

5: ابن سبع اور دیگر حضرات نے نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں یہ بات شمار کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین آپ کو الاٹ کر دی ہے، آپ جسے چاہیں جتنی چاہیں عطا فرمادیں۔ ﴿مرقاۃ المصابیح: ۲ / ۳۲۳﴾

6: نواب صدیق حسن خان بھوپالی (سرگروہ غیر مقلدین) کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: ”سَلِّ“ یعنی دنیا اور آخرت کی جو بھلائی چاہو مانگ لو، آپ نے مطلقاً ”سَلِّ“ فرمایا، کسی خاص مطلوب کی قید نہیں لگائی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملہ آپ کے دستِ ہمت و کرامت میں ہے، آپ جو چاہیں جسے چاہیں اپنے رب کی اجازت سے عطا فرمادیں ﴿مسک الختام: ۱ / ۲۷۶﴾

7: امام جلال الدین سیوطی امام طبرانی وغیرہ سے نقل کرتے ہیں: کہ حکم بن ابوالعاص حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا کرتا تھا، جب حضور نبی اکرم ﷺ گفتگو فرماتے تو وہ نقلیں اتار کر لیتا تھا، نبی اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: کہ تو اسی طرح ہو جا، تو وہ مرنے تک اسی طرح رہا۔ ﴿خصائص کبریٰ: ۲ / ۷۹، بحوالہ: امام بیہقی، طبرانی و حاکم﴾

8: علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے غزوہ تبوک میں صحابہ کے سامنے کلمہ عُنْ بَيَانِ جَوَازِ كَلِمَةِ اِسْتِعْمَالِ فَرَمَا، نیز آپ کو معجزات کے اظہار کی اجازت دی گئی تھی، یہ مسئلہ بھی اسی قبیلے سے ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: كُنْ اَبَازِرًا تَوَابُذِرًا هُوَ جَا، چنانچہ ابوذر ہی تھے، کھجور کی شاخ کو فرمایا:

كُنْ سَيْفًا تَلَوَّارًا بَنَ جَا تَوَّابُذِرًا بَنَ كُنْ ﴿الْيَوَاقِيتُ وَالْجَوَاهِرُ: ۱/ ۱۴۸﴾

9: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اُولَٰئِكَ الَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَ (الآية)

امام فخر الدین رازی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: مخلوق پر حکم چلانے والوں کی تین قسمیں ہیں (پہلی دو قسمیں بیان کرنے کے بعد فرمایا) تیسری قسم انبیاء کرام ہیں یہ وہ حضرات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم و معارف عطا فرمائے ہیں جن کی بدولت وہ مخلوق کے باطنوں اور روحوں میں تصرف کر سکتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ قدرت اور اختیار عطا فرمایا ہے جس کی بناء پر وہ مخلوقات کے ظواہر میں تصرف کرتے ہیں، چونکہ وہ ان دونوں وصفوں کے جامع ہیں اس لئے وہی حاکم مطلق ہیں۔

﴿تفسیر کبیر: ۱۳/ ۶۷﴾

(۱) اس مسئلے کی مزید تفصیل کیلئے دیکھئے "من عقائد اہل السنة" یا اس کا اردو ترجمہ "عقائد و نظریات"

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ایک فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک مسجد کا امام کہتا ہے کہ ❶ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے جیسے سادہ انسان تھے اور آپ نور نہ تھے اور ❷ آپ کو علم غیب بھی نہ تھا ❸ آپ کو حاضر و ناظر جان کر یا رسول اللہ کہنا ناجائز ہے ❹ گیارہویں شریف وغیرہ ختم قل یہ سب شرک ہیں ❺ اذان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام سن کر انگوٹھے چومنا شرک ہے اور ❻ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ بھی تھا۔

کیا اس امام کے پیچھے اہل سنت و جماعت کی نماز جائز ہے کہ نہیں؟ اور ایسے شخص کو امام بنانا چاہیے کہ نہیں؟ مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق جواب عنایت فرمایا جائے۔
سائل عبدالسبحان، ہری پور ہزارہ

۷۸۶

۹۲

الجواب هو الموفق للصواب

بعض علوم غیبیہ کا حصول حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، لقولہ تعالیٰ تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَقَوْلِهِ تَعَالَى عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ لہذا جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مطلق علم غیب کا منکر ہو اس کا ان آیات پر ایمان نہیں ہوگا۔ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

غلام رسول سعیدی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

الجواب هو الموفق للصواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

① اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم سردارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کتنے علوم عطا فرمائے ہیں۔ ان کا اندازہ و شمار انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ تاہم اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو اس دار فانی سے رحلت فرمانے سے قبل ابتداءً آفرینشِ عالم سے لے کر جہنموں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کے تمام امور اور جملہ حالات کا علم فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے آپ کو بے شمار علوم غیبیہ بھی عطا فرمائے۔ یہ علوم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر نہ تھے۔ بلکہ اُن علوم کا ایک حصہ اور بعض تھے۔ (۱)

تفسیر خازن میں ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہماری امت کو منیٰ کی صورتوں میں ہمارے سامنے پیش کیا گیا جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے اُن کی اولاد پیش کی گئی تھی، اور ہمیں بتایا گیا کہ کون ہم پر ایمان لائے گا اور کون ہمارا انکار کرے گا؟ یہ بات منافقوں تک پہنچی۔ تو انہوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ اور کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ دعوے کرتے ہیں کہ میں اُن مومنوں اور کافروں کو جانتا ہوں۔ جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے۔ حالانکہ ہمارے بارے میں انہیں علم نہیں (کہ ہم منافق ہیں) جب یہ بات آپ کو پہنچی۔ تو آپ نے منبر شریف پر کھڑے ہو کر فرمایا:

مَا بَالُ أَقْوَامٍ طَعَنُوا فِي عِلْمِي لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ الْأَنْبَأْتُكُمْ بِهِ۔

اُن لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے علم پر اعتراض کرتے ہیں۔ تم اس وقت سے لے کر قیامت تک کی جس چیز کے بارے میں سوال کرو گے۔ ہم تمہیں اُس کی اطلاع دیں گے۔

حضرت عبداللہ نے کھڑے ہو کر پوچھا، میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: خذافہ۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم برضا و

خوشی اللہ تعالیٰ کو رب اور اسلام کو دین، قرآن کو امام اور آپ کو نبی مانتے ہیں۔ آپ ہمیں معاف فرمادیں۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم (میرے علم پر) طعن کرنے سے باز آ جاؤ گے۔ کیا تم باز آ جاؤ گے؟ پھر آپ منبر شریف سے نیچے تشریف لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے علم کی تائید کے طور پر یہ آیت مبارکہ نازل فرمادی۔

”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ“

کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ عام لوگوں کو غیب کا علم دے، ہاں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے چن لیتا ہے۔ (اور انہیں غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔) (۱)
اس آیت اور حدیث سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علوم غیبیہ کا عالم ہونا اور دنیا میں پیدا ہونے والی ہر چیز کا جاننا روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ ورنہ اتنا بڑا چیلنج کہ قیامت تک جو چاہو پوچھو، ہم تمہیں بتائیں گے۔ کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

صاحبِ قصیدہ بردہ شریف علامہ شرف الدین بوصیری فرماتے ہیں:
”وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ“۔ ”یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوح و قلم کے علوم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہیں۔“
سبحان اللہ کس قدر وسعتِ علوم ہے۔

مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی پیغمبر ہر قسم کے غیب کی خبر دیتا ہے۔ ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے۔
یا اللہ کے اسماء و صفات سے یا احکامِ شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان خبروں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا (۲)

② نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جامع نورانیت و بشریت ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"۔ اے حبیب! آپ فرمادیں کہ بہ ظاہر تو میں تم ایسا بشر ہوں۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ۔ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین۔

اکثر مفسرین نے نور سے مراد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات شریف اور کتاب مبین سے قرآن مجید بیان کیا ہے صاحب روح المعانی نے تو یہاں تک کہا کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے مراد ہے۔ (۱)
قصیدہ بردہ شریف میں ہے:

وَكُلُّ آيِ الرُّسُلِ الْكَرَامُ بِهَا فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُورِهِ بِهِم

انبیاء کرام جتنے معجزے بھی لائے وہ آپ ہی کے نور کی بدولت انہیں ملے تھے۔
اس شعر کی شرح میں مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی لکھتے ہیں کہ آپ ہی باعث ایجاد خلق ہیں کہ أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا۔) (۲)

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ یہ اشارہ اُس حدیث شریف کی طرف ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اول مخلوق کون ہے؟ آپ نے فرمایا: کہ حق تعالیٰ نے اول تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔ (۳)
اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جن کی آمد من اللہ نور" میں ہے نور اول کی طلعت پر لاکھوں سلام
حضرت شیخ العارفین والکاملین پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ

اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ میری ناقص رائے میں لفظ بشر مفہوماً و مصداقاً متضمن کمال ہے، مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس و ناقص سوائے اہل تحقیق و عرفان کے رسائی نہیں رکھتا۔ لہذا اطلاق لفظ بشر میں خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم علیحدہ ہے۔ خواص کے لئے جائز اور عوام کے لئے بغیر زیادت لفظ دال بر تعظیم ناجائز۔

یہ ہیں آپ کے کلمات شریفہ جن کا حاصل یہ ہے کہ لفظ بشر میں گو بزرگی اور کمال ہے لیکن عوام کا لانا عام کو یوں نہ کہنا چاہیے۔ کہ وہ صرف بشر تھے۔ یا وہابیہ کی طرح جہالت کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ: ”وہ تو ہم جیسے بشر تھے“ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات، بلکہ اگر کہنا ہو تو اس طرح کہو جیسے امام بویری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنْ لَعَلَّ الْعِلْمَ فِيهِ أَنَّهُ بَشَرٌ وَأَنَّهُ خَيْرُ خَلْقِ اللَّهِ كُلِّهِمْ

یعنی جہاں تک ہمارے ناقص علم کی رسائی ہے، وہ یہ کہ آپ بشر ہیں۔

(اس سے آگے ہمارا علم نہیں جاسکتا۔ لیکن یہ نہ سمجھنا کہ وہ ہم جیسے بشر ہیں۔ نہیں بلکہ) وہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

یابیوں کہا جائے کہ ”بعد از خدا بزرگ تو کی قصہ مختصر“ کہ اللہ تعالیٰ کے بعد اگر کسی کا مرتبہ ہے تو یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آپ کا مرتبہ ہے۔ کیوں نہ ہو۔ آپ محبوب خدا جو ہیں۔

خیال رہے کہ علامہ بویری وہ مجسمہ محبت ہیں کہ جب اطباء نے آپ کو فالج کی بیماری لاحق ہونے پر لا علاج قرار دے دیا، تو آپ نے اس ذات اقدس کی شان میں ایک قصیدہ لکھا۔ جن کی ایک نگاہ عنایت سے ہزاروں بیماریاں دور ہو جائیں۔ رات کو آپ تو سو گئے مگر قسمت جاگ اٹھی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ آپ نے قصیدہ مبارکہ سماعت فرمایا، آپ کے جسم پر دست اقدس پھیرا اور ایک چادر عنایت فرمائی۔ بیدار ہوئے تو چادر موجود تھی مگر فالج کا نام و نشان نہ تھا چونکہ بردہ عربی میں

چادر کو کہتے ہیں۔ اس لئے اسے ”قصیدہ بردہ“ کہا جاتا ہے۔

③ حاضر و ناظر کا معنی یہ ہے کہ قوت قدسیہ والی شخصیت ایک جگہ رہ کر تمام عالم کو ہاتھ کی پتیلی کی طرح دیکھے یا مختصر وقت میں جہان کی سیر کر کے حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَذَاعِيَآ إِلَى اللَّهِ بِآذِنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔

”اے غیب کی خبریں دینے والے نبی ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا۔ ذر سننے والا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور صوفشاں آفتاب۔“
شاہد شہادۃ سے بنا ہے۔ جس کا معنی واقعہ کو دیکھنا ہے۔ چونکہ گواہ بھی واقعہ کو دیکھ کر بیان کرتا ہے۔ اس لئے اسے شاہد کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی عالم غیب کا مشاہدہ فرما کر امت کو خبر دیتے ہیں۔ اس لئے آپ کو بھی شاہد کہا گیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف باب ”عذاب القبر“ میں ہے۔ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ۔ منکر و نکیر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے پوچھتے ہیں، تو ان کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟ اس حدیث کے حاشیہ پر ہے۔ بعض نے کہا کہ میت کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کرائی جائے گی۔ اور یہ تو بہت بڑی خوشخبری ہے۔

ذرا اندازہ کریں کہ دنیا میں کہاں کہاں لوگ مرتے ہیں مگر سب کو آپ کی زیارت ہوتی ہے۔ اور سب سے آپ کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے: وَإِنَّ مَوْعِدَكُمْ الْحَوْضَ وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ وَأَنَا فِي مَقَامِي۔ ”تمہاری جائے ملاقات حوض کوثر ہے اور ہم اسی جگہ سے اسے دیکھ رہے ہیں۔“

(باب وفات النبی علیہ السلام)

ذرا وسعت نظر کا اندازہ کریں۔ فرش زمین پر بیٹھ کر حوض کوثر کو ملاحظہ فرما رہے

ہیں۔ سبحان اللہ!

مولوی محمد قاسم نانوتوی دیوبندی لکھتے ہیں کہ ”النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ
أَنْفُسِهِمْ“ کو بعد لحاظ صلہ من انفسہم کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ
رسول اللہ علیہ السلام کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ
حاصل نہیں۔ کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہے۔ (۱)

مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

ہم مرید یقین و دانند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست۔ پس ہر جا کہ
مرید باشد قریب یا بعید اگر چہ از شیخ دور است اما روحانیت او دور نیست۔ اھ
یعنی مرید کو یقین رکھنا چاہیے کہ شیخ کی روح کسی ایک مکان میں مقید
نہیں۔ لہذا مرید قریب ہو یا دور اگر چہ وہ شیخ سے دور ہے۔ لیکن پیر کی
روحانیت دور نہیں۔ (۲)

سبحان اللہ اگر پیر کو اس قدر وسعت حاصل ہے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
وسعت نظر کے بارے میں کیا خیال ہے؟

④ جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ
وسعت نظر دی ہوئی ہے کہ قریب و بعید والوں کو دیکھتے ہیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ اللہ والوں
سے بعد وفات فیض حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ مولوی خلیل احمد دیوبندی لکھتے ہیں:-

”اب رہا مشائخ کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینے اور قبروں سے باطنی
فیض پہنچنا۔ سو بے شک صحیح ہے مگر اس طریقے سے جوابل اور خواص کو معلوم ہے نہ اس طرز
سے جو عوام الناس میں رائج ہے۔ (۳)

تو ”یا رسول اللہ“ کہنا اور آپ سے مدد طلب کرنا یقیناً جائز ہوگا۔ اسی لئے علامہ
بوصیری قصیدہ بردہ میں عرض کرتے ہیں:

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِي مِنَ الْوُذْبَةِ سِوَاكَ عِنْدَ حُلُولِ الْخَادِثِ الْعَمَمِ
”اے تمام مخلوق سے زیادہ محترم آپ کے سوا مصائب کے نزول کے وقت پر میرا
کون ہے جس کی میں پناہ لوں؟“

⑤ ایصالِ ثواب اور گیارہویں شریف نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے، ایمان والوں
کی ایک اچھی صفت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ
سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ

بعد میں آنے والے کہتے اے ہمارے پروردگار تو ہمیں اور ہمارے اُن
بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ جا چکے ہیں۔

اگر دعا مانگنے کا کچھ بھی فائدہ نہیں تو دعا کرنے والوں کی تعریف کیوں کی جا رہی ہے؟
امام اجل علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے طبرانی سے روایت نقل کی
ہے کہ حضرت سعد نے دربار نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میری والدہ فوت
ہو گئی ہیں۔ کیا اگر میں اُن کی طرف سے صدقہ دوں تو انہیں نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں
اور یہ بھی فرمایا کہ تمہیں پانی صدقہ کرنا چاہیے (اس موقع پر پانی کی قلت تھی)۔

طبرانی ہی سے حضرت ابن عمرو کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نفلی صدقہ دے تو اپنے والدین کی
طرف سے نیت کر لے والدین کو بھی ثواب مل جائے گا اور خود اس کے ثواب میں بھی کمی نہیں
آئے گی۔ (۱)

امام شعبی سے روایت ہے کہ جب انصار کا کوئی آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر کے پاس جا کر قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ (۱)

جب قرآن مجید پڑھنے کا اور صدقہ دینے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ تو چاہے حضور غوث پاک کی گیارہویں ہو یا کسی اور عزیز کا ایصالِ ثواب، تیسرے دن ہو یا ساتویں دن، ہر صورت میں جائز ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ اس دن ہی ثواب پہنچے گا۔ اور آگے پیچھے نہیں۔ چنانچہ حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ دیوبندی بھی ان کے مرید ہیں اور انہیں پیر مانتے ہیں۔ فرماتے ہیں: نفس ایصالِ ثواب بارِ اُروحِ اموات میں کسی کو کلام نہیں۔ اس میں بھی تخصیص و تعین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب یا فرض اعتقاد رکھے تو ممنوع ہے۔ اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعثِ تقیید ہیئت کذا یہ ہے۔ تو کچھ حرج نہیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں اور گیارہویں شریف حضرت غوث پاک قدس سرہ اور دسواں، بیسواں، چہلم ششماہی، سالانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردو لوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمہ اللہ تعالیٰ اور حلوائے شبِ برات اور دیگر طریق ایصالِ ثواب کے اسی قاعدہ پر مبنی ہیں۔ اور مشرب فقیر کا اس مسئلہ میں یہ ہے۔ کہ فقیر پابند اس ہیئت کا نہیں ہے مگر کرنے والوں پر انکار نہیں کرتا۔ (۲)

⑥ اذان میں اشہدان محمد رسول اللہ سن کر اپنے انگوٹھے یا انگشتِ شہادت کو چوم کر آنکھوں پر لگانا جائز و مستحب ہے۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب رد المحتار میں علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

يُسْتَحَبُّ أَنْ يُقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْأُولَى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قَرِئْتُ عَيْنِي بِكَ

يَا رَسُولَ اللَّهِ ثُمَّ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ مَتَّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالبَصْرِ بَعْدَ وَضْعِ
ظُفْرِيْ الْاِثْنَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَاِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُوْنُ قَائِدًا لِّهٖ
اِلَى الْجَنَّةِ۔ اه

”اذان کی پہلی شہادت میں ”صلی اللہ علیک یا رسول اللہ“ کہنا مستحب
ہے۔ دوسری شہادت سن کر کہے قُرْثُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اس
کے بعد کہے ”اللّٰهُمَّ مَتَّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالبَصْرِ“ اور اپنے انگوٹھوں کے
ناخنوں کو آنکھوں پر رکھے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے اپنے
پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔

اس عبارت سے نہ صرف انگوٹھے چومنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے بلکہ
”یا رسول اللہ“ کہنے کا استحباب بھی معلوم ہو رہا ہے۔

⑦ رہا یہ کہ آپ کا سایہ نہ تھا۔ یہی علمائے اہل سنت کا مسلک ہے۔ جب اس ذات
اقدس کا نور مجسم ہونا واضح ہو گیا۔ تو سائے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سایہ تو کثیف شے کا
ہوتا ہے۔ تاہم اختصار کے پیش نظریہ کہہ دینا کافی ہے کہ فقہائے احناف کے جلیل القدر امام
حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں:

”اِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ خَصَائِصِهِ اَنَّهُ كَانَ نُورًا
وَكَانَ اِذَا مَشَى فِي الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَا يَظْهَرُ لَهُ ظِلٌّ وَاللّٰهُ
سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ۔ (۱)

”یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ
آپ نور ہیں۔ آپ جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر
نہیں ہوتا تھا۔“

حرفِ آخر

اختصار کے ساتھ چند مسائل کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا موقف پیش کیا

گیا ہے۔

- ① علمِ غیب
- ② مسئلہ نور
- ③ حاضر و ناظر
- ④ یا رسول اللہ کہنا
- ⑤ ایصالِ ثواب، گیارہویں شریف وغیرہ کا حکم
- ⑥ نبی اکرم ﷺ کا سایہ نہ تھا۔

ان مسائل کے بارے میں قرآنی آیات، احادیث، اور علمائے امت کے اقوال پیش کیے گئے ہیں۔ خصوصاً علماء دیوبند کی عبارات نقل کی گئی ہیں۔ تاکہ دیوبندی کہلوانے والوں اور دیوبندیوں سے تعلق رکھنے والوں کو پتہ چل جائے کہ ہمارے اکابر کیا کہتے تھے اور ہم کس راستے پر چل نکلے ہیں؟ تفصیل کے لئے علمائے اہل سنت خصوصاً اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی، حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب اور غزالیؒ زماں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور کی کتب کا مطالعہ کریں۔

بنابریں ایسا شخص ہرگز امامت کے لائق نہیں جو کہتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم جیسے سادہ بشر تھے۔ آپ کو علمِ غیب بھی نہ تھا۔ وغیر ذلک ایسا شخص زجر و توبیخ کے لائق ہے۔ ہرگز ہرگز ایسے شخص کو اپنی مسجد کا امام نہ رہنے دیا جائے۔ اہل سنت و جماعت کے تمام اکابر علماء کا یہ متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ امام ایسے شخص کو بنانا چاہیے جو صحیح سنی حنفی بریلوی ہو اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد عبدالحکیم شرف قادری

اللہ تعالیٰ مجیب فاضل کو جزائے خیر عطا فرمائے، نہایت مسکت جواب تحریر فرمایا ہے۔

حررہ فقیر عزیز احمد قادری

خطیب جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور

الجواب صحیح والمجیب منیب واللہ اعلم بالصواب۔

محمد انوار الاسلام غفرلہ القادری الرضوی البرکاتی

جامعہ نظامیہ رضویہ، رجسٹرڈ، لاہور

اجاد فی ما افاد العلامة المجیب واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

فقیر قادری محمد اعجاز الرضوی عفی عنہ

خادم الحدیث دارالعلوم جامعہ نعمانیہ لاہور

۹ صفر ۱۳۸۹ھ

هذا هو الحق وماذا بعد الحق إلا الضلال۔

احقر العباد قاضی لطف الرحمن خطیب

جامع مسجد بازار مظفر آباد کشمیر

الجواب صحیح والمجیب مصیب وماذا بعد الحق إلا الضلال۔

راقم ابوالحسین محمد قاسم عفی عنہ تعالیٰ پارس

فاضل مجیب کا جواب عقائد اہل سنت وجماعت کے مطابق وصریح موافق حق ہے۔

سید عبداللہ شاہ رضوی

الجواب موافق للصواب۔ فقیر سید عبدالرحیم شاہ خطیب، کراچی

مبسلًا و حامدًا و مسلما و مصلیا: جواب مذکور صحیح ہے۔

الجواب حق والحق احق ان يتبع

احقر محمد طیب الرحمن چھوہروی

فقیر نے جواب مذکور کا بغور مطالعہ کیا ہے بفضلہ عقائد حقہ اہل سنت کے مطابق پایا

اللہ تعالیٰ راقم الحروف کو دین متین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کا موقع عطا فرمائے۔ آمین ثم

الراقم عطا محمد قادری عفی عنہ

آمین۔

مدرس دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور ہزارہ

الحوار صحیح و المحیط نصح

محمد عبد المالك القحطاني بقلمه

مبلغ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ جہتی پورہ اردو

امام مذکور شان رسالت میں بے ادب و کسٹاف ہے۔ اس کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز
نہ پڑھی جائے۔ اسے امامت سے ملحد و کیا جائے۔ امام شافعی صحیح العقیدہ و پابند شریعت ہونا
چاہیے۔

واللہ اعلم

ابو الخلیل محمد اسلم غفرلہ الامین

جامعہ اسلامیہ انوار العلوم، ملتان

نوٹ:- یہ فتویٰ ۱۳۸۹ھ ۱۹۶۹ء میں دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ جہتی پورہ سے شائع کیا
گیا، جبکہ راقم وہاں صدر مدرس اور مفتی تھا۔ ۱۴ شرف قادری